

حافظ راشد الحق حقانی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی خدمت میں پانچ روز

(قسط اول)

حضرت علی میاں مدظلہ سے عشق و لگاؤ تو لاشعوری کے دور سے ہی تھا۔ جب راقم نے سات سال کی عمر میں پہلی مرتبہ دیوبند کے صدسالہ اجلاس میں حضرت کی تقریر سنی (اس تقریب میں حضرت والد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے بھی مقالات پیش کئے تھے۔ اگرچہ اس کو ایک عرصہ گزر گیا لیکن دیوبند کے صدسالہ اجلاس کے مناہرو نقوش اور خوش گواریاں اب تک دل و دماغ پر ثبت ہیں۔ عجب یاد ہے وہ ذرا ذرا)

جب شعور و آگئی کی منزلوں سے میں کوسوں دور اور نا آشنا تھا۔ لیکن

اس وقت سے میں تیرا پرستار حسن ہوں۔ دل کو میرے شعور محبت بھی جب نہ تھا اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور راقم کتب اور قلم کے قابل ہوا تو حضرت والد صاحب نے حضرت علی میاں کی کتابیں پڑھنے اور مطالعہ کیلئے دیدیں۔ اور پھر میں ان کے خامہ معجز قلم کی گوہر افشانی اور قوت بیانی سے مسحور ہوتا گیا اور دھیرے دھیرے انہی کا ہو گیا۔ خصوصاً والد صاحب نے ”تاریخ دعوت و عزیمت“ اور ”کاروان زندگی“ اور استاذی جناب فانی صاحب نے ”پرانے چراغ“ کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ جب بندہ نے ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو حیرت و استعجاب کی عجیب کیفیات اور جذبات سے دوچار ہوا۔ میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کا شیدائی اور پرستار اور روحانی مرید تو تھا ہی لیکن وہ تو ہمارے عہد سے بہت آگے گزر چکے ہیں۔ پھر ہمارے عہد میں آپ جیسی اولوالعزم عظیم شخصیت کا ہونا ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں اور خوشی ہوئی کہ کاروان اسلاف کے اصحاب دعوت و عزیمت اب بھی اس وقت موجود ہیں۔ جن کے دم سے ہی علم و عرفان کی شمعیں آج کے تاریک دور میں بھی فروزاں ہیں۔

ع ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

حضرت کا علمی کام اور دینی لٹریچر (جو دنیا کی اکثر بڑی زبانوں میں شائع ہو گیا ہے) اور درجنوں

کتابیں تاریخ کی آواز ہیں جو ہم جیسے تازہ وردان بساط لوح و قلم کیلئے سنگ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔ آپ کی روحانی مجلس اور پاک صحبت میں رہ کر یہ ناکارہ و ناتواں بھی حضرت کی توجہات روحانی مجالس، مواظظ و فصلح، نکتہ آفرینی اور دعاؤں سے یہ تہی دست اور بے بضاعت بھی خوب مالامال ہو گیا۔ اور اب دل میں سما گئیں ہیں قیامت کی شوخیاں دوچار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

گذشتہ ماہ اچانک معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ لاہور رابطہ ادب اسلامی کے کانفرنس کے انعقاد کے موقع پر لاہور تشریف لارہے ہیں۔ لیکن یقین نہیں آ رہا تھا کہ حضرت کی عمر اور ضعف اور پھر بے پناہ مصروفیات کے ہوتے ہوئے وہ پاکستان تشریف لارہے ہیں۔ بہر حال دل میں جذبات اور عقیدت کا سمندر بے قابو ہونے لگا۔ اور حضرت والد صاحب مدظلہ سے مشورہ کر کے اس خبر کی تصدیق کرنی چاہی۔ تو میزبان حضرات اور کراچی میں حضرت کے رشتہ داروں کے ہاں فون پہ معلوم کیا لیکن کفرم نہیں ہو رہا تھا۔ پھر دہلی میں جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی کے ہاں معلوم کیا۔ وہاں سے بھی کوئی تسلی بخش معلومات نہ ہو سکیں پھر ندوۃ العلماء فون کیا اور حضرت مولانا محمد رابع ندوی مہتمم ندوۃ العلماء سے بات ہوئی تو آپ نے بتایا کہ ممکن ہے ایک دو روز میں حضرت تشریف بشرط صحت لائیں۔ والد صاحب مدظلہ نے حضرت علی میاں مدظلہ سے فون پر بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت اس وقت تشریف فرما نہ تھے دوبارہ آدھے گھنٹے بعد جب فون ملایا تو دوسری جانب سے خود حضرت علی میاں مدظلہ فون اٹھایا اور والد صاحب کا یہ محفلت علی میاں مدظلہ کے ساتھ گذشتہ عیس پینتیس برس سے رشتہ اخلاص و محبت چلا آ رہا ہے نے عقیدت و محبت اور اخلاص کے ڈوبے ہوئے لہجے میں حضرت سے تفصیلی بات کی۔ اور اکوڑہ آنے کی دعوت دی۔ اور حضرت علی مدظلہ سے فرمایا کہ آپ کا ایک عاشق، عقیدت کیش اور نیازمند سلام کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور ریسور میرے ہاتھ میں دیا۔ ادھر میرا حیرانی اور خوف اور حضرت کی شخصیت کے رعب اور دبدبہ اور انکے اونچے مقام کے ہاتھوں ذہن اور زبان ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ اور ایک دو منٹ تک گفتگو کی سعادت حاصل کی۔ اور اکوڑہ خٹک آنے کی دعوت دی۔ حضرت نے فرمایا کہ اکوڑہ تو میں کئی مرتبہ آیا ہوں اور انشاء اللہ اگر حالات اور صحت نے ساتھ دیا۔ تو ضرور دارالعلوم اڈلگا۔ اس کے بعد حضرت والد صاحب مدظلہ کیساتھ لاہور جانے کی تیاریاں شروع کیں اور جوں جوں حضرت کے پاکستان آنے میں وقت کم ہونے لگا ادھر شوق وصال اور تمنائے بے تاب اور بے قراری بڑھتی گئی گویا

سہ وعدہ وصل چوں قریب ہوں۔ آتش شوق تیز تر گردد

۲۳ کی شام لاہور پہنچ گئے حضرت ایک دن پہلے دہلی سے تشریف لے چکے تھے۔ صبح دو روزہ رابطہ ادب اسلامی عالمی (پاکستان) کے زیر اہتمام الحرام ہال میں کانفرنس کا افتتاح ہو رہا تھا جس میں دنیا بھر کے ممتاز علماء، دانشور، ادیب، پروفیسرز، شاعر اور صحافی حضرات شرکت کر رہے تھے۔ یہ سابق صدر مملکت فاروق لغاری بھی حضرت مدظلہ کی مجلس کی سعادت حاصل کرنے کیلئے مہمان خصوصی تھے۔ صبح دس بجے الحرام ہال بھرا ہوا تھا اور مہمان حضرات اپنی نشستوں پر تشریف فرما تھے۔ اور سب کی نگاہیں صدر دروازے پر لگی ہوئی تھیں کہ کب حضرت تشریف لاکر ہال کو عزت اور شرف بخشیں گے۔ چند لمحوں بعد حضرت تشریف لائے اور تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس میں قاری سید صداقت علی نے سورۃ رحمان کی تلاوت بڑے دلنشین انداز میں فرمائی۔ اس کے بعد صدر رابطہ ادب اسلامی پاکستان ڈاکٹر ظہور احمد اظہر وائیس پرنسپل اور نیشنل کالج لاہور نے خطبہ استقبالیہ دیا۔ اس خطبہ میں آپ کا اور خصوصاً جامع اشرفیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا فضل رحیم صاحب مدظلہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ انہی کے طفیل حضرت سے ہم جیسوں کو ملنے کا بلکہ ساتھ رہنے کا موقع میسر ہوا۔ خطبہ استقبالیہ کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے دست راست اور قریبی عزیز اور ندوۃ العلماء کے مہتمم جناب مولانا محمد رابع ندوی نے تقریب کے انعقاد اور رابطہ کے بارے میں معلومات کے متعلق اظہار خیال فرمایا۔ پھر حضرت علی میاں مدظلہ کی شخصیت جو کہ اس مبارک مجلس کی شمع محفل تھی کا خطاب تھا۔ اور جس کو سننے کیلئے کان مدتوں سے ترس رہے تھے۔ آج کے دن ہماری خوش قسمتی تھی کہ تصورات اور تخیلات کا بالہ بدر کمال کی صورت میں ہمارے درمیان نہ صرف موجود تھا بلکہ ہم اس رشد و ہدایت کے بدر کمال سے استفادہ بھی کر رہے تھے۔ حضرت کی تقریر سے قبل تقریب کے میزبان جناب ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی نے آپ کو خطاب کی دعوت دی لیکن اس سے قبل فارسی کا ایک شعر پڑھا۔ جس پہ ہم جیسے پھرک اٹھے۔

سہ ہمہ آہوں صہرا سر خود نمادہ برکف بہ امید روز آل کہ بہ شکار خواہی آمد

خطاب شروع ہوا اور الحرام کے پورے ہال میں خاموشی طاری ہو گئی۔ صرف سینوں میں بے تاب دھڑکنوں کا شور تھا حضرت مدظلہ کا خطاب فی البدیہہ تھا لیکن علم و دانش فکر و آگاہی اور قرآنی اتحصاد اور حضرت علامہ اقبالؒ کے اشعار کا ایک سمندر تھا جو موجزن تھا اور سامنے بھی نشنگان علم و حکمت تھے۔ جو دیدہ تر، بے تاب دھڑکنوں اور بے چین کانوں سے اپنے اپنے طرف کے

مطابق استفادہ کر رہے تھے۔ حضرت مدظلہ نے رابطہ کے اغراض و مقاصد کے بارے میں فرمایا کہ اس وقت عالم اسلام سمیت دنیا بھر میں ایسا بیہودہ لٹریچر ادب کی صورت میں آ رہا ہے جس سے عالم اسلام کے نوجوانوں پر بڑا برا اثر پڑ رہا ہے۔ ضروری ہے کہ اسلامی ذہن رکھنے والے دانشور علماء اور ادیب اس کیلئے تیاری کریں اور مقابلہ میں اچھا اسلامی مفید ادب پیش کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے لاہور شہر کو خراج تحسین پیش کیا کہ یہ اولیاء و مشایخ علماء اور شعراء کا شہر ہے۔ اور اس شہر کی امتیازی خصوصیت عالم اسلام کے عظیم انقلابی شاعر حضرت علامہ اقبالؒ کا تعلق بھی اسی شہر سے ہے۔ آپ نے حضرت علامہؒ کے کئی اشعار اپنے خطاب میں والہانہ انداز میں سنائے۔ آپ کا پسندیدہ شاعر علامہ اقبالؒ ہیں اور آپ نے حضرت اقبالؒ پر کافی ٹھوس اور مفید اور منفرد کام کیا ہے۔ آپ کے خطاب کے بعد چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت جناب میاں محبوب احمد صاحب نے اپنا گراں قدر مقالہ سنایا جس کو سن کر قارئین جھوم اٹھے۔ آپ نے حرمین شریفین کے سفر نامے جدید چیلنجز کے موضوع پر بہت ہی خوبصورت انداز میں مقالہ سنایا۔ تقریب کے اختتام پر حضرت والد صاحب مدظلہ نے ان کو خصوصی خراج تحسین پیش کیا۔ آپ کا مقالہ وسیع مطالعہ اور علم و نظر کا ایک بہترین مصداق تھا۔ آخر میں صدر مملکت نے بھی خطاب فرمایا۔ اور اپنے خطاب میں حضرت علی میاں مدظلہ اور رابطہ کے میزبان حضرات کو خراج تحسین پیش کیا۔ آخر میں علی میاں مدظلہ نے دعا فرمائی۔ پھر تقریب کے بعد الطراء ہال نمبر ۳ کی گیلری میں مختلف کتابوں اور حرمین شریفین کے سفر ناموں کی نمائش کا افتتاح ہوا۔ پھر جامعہ اشرفیہ کی جامعہ مسجد میں حضرت کا خطبہ جمعہ تھا جس میں حضرت نے پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو درپیش مسائل کے بارے میں تفصیلی اظہار خیال فرمایا اور خصوصی نصیحت فرمائی کہ رسومات و بدعات اور جہیز کی لعنت سے اجتناب کیا جائے۔ نماز جمعہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب نے پڑھائی۔ نماز جمعہ میں سابق صدر فاروق لغاری نے بھی شرکت کی۔ بعد میں جامعہ اشرفیہ میں مہمانوں کو پر تکلف طہرانہ دیا گیا۔ حضرت کو بہت بڑے ہجوم کے درمیان سے حضرت والد صاحب نے سہارا دیکر اپنی رہائش گاہ تک پہنچایا۔ آپ کی میزبانی کا شرف برادر م جناب مولانا اجود صاحب کے حصے میں آیا اور آپ نے پانچ روز میں ہفتوں اور حضرت مدظلہ کا شایان شان انتظام فرمایا۔ رہائش گاہ پہنچ کر حضرت کافی تھک چکے تھے کہ تھوڑی دیر استراحت فرمائیں والد صاحب مدظلہ نے اس ناکارہ کا تعارف کرایا۔ حضرت علی میاں مدظلہ نے کافی شفقت و محبت سے نوازا۔ اور میں نے انکی ٹانگیں دبانے کی سعادت حاصل کی۔ والد صاحب نے فرمایا کہ اسکو بھی آپ سے میری طرح عشق و محبت اور عقیدت

ہے۔ اور کچھ کچھ لکھنے کا شوق بھی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں دو سال قبل آپ کی زیارت کے لیے لکھنؤ آنا چاہتا تھا اور ہندوستان کے ہائی کمشنر مسٹر ایس، کے لامبا نے خصوصی ویزہ کے سلسلے میں کافی تعاون بھی کیا۔ کیونکہ وہ بھی مولانا آزادؒ کے بڑے مداح تھے (درمیان میں حضرت نے پوچھا کہ کیا وہ ہندو تھے میں نے کہا جی ہاں) لیکن حکومت پاکستان نے اجازت نہیں دی اور میں نے حضرت سے کہا کہ کئی مرتبہ آپ کو خط لکھنے کی جسارت کرنا چاہی لیکن جرات نہ ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ ضرور مجھے خط لکھیں میں انشاء اللہ جواب دوں گا۔ پھر حضرت سے ان کی کتابوں کے بارے میں بات چیت ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ ”تاریخ دعوت وعزمت“ پڑھو۔ میں نے کہا کہ الحمد للہ پڑچکا ہوں اسی طرح کاروان زندگی کے متعلق فرمایا میں نے عرض کی کہ میں نے ”کاروان زندگی“ کی سشتم جلد پر تبصرہ کیا ہے اور ”الحق“ کا شمارہ آپ کے حضور پیش کیا۔ اسی طرح آپ نے ”انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر“ کا حوالہ دیا۔ میں نے کہا کہ آپ کی اس عظیم تصنیف سمیت متعدد کتب سے اپنے سفرنامہ یورپ ”ذوق پرواز“ میں کافی استفادہ کیا ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت سے اکوڑہ خشک تشریف لانے کیلئے کہا آپ نے فرمایا کہ میں تو اکوڑہ خشک بار بار آچکا ہوں۔ اگر صحت نے ساتھ دیا تو انشاء اللہ ضرور آؤں گا۔ حضرت والد صاحب نے اس موقع پر آپ کو ”کاروان زندگی“ کا لطیفہ بھی سنایا جو حضرت علی میاں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اسکے بعد کھانے کا اہتمام ہوا اور میں نے حضرت کے ہاتھ دھلوانے کا شرف بھی حاصل کیا۔ کھانے کے دوران حضرت نے نام لیکر مجھے مخاطب کیا اور خصوصی توجہ فرمائی۔ اسکے بعد حضرت والد صاحب اسلام آباد کیلئے روانہ ہوئے اور حضرت سے فرمایا کہ راشد کو آپ کے قدموں میں چھوڑ رہا ہوں۔ تاکہ آپ کے صحبت میں کچھ وقت گزار سکے۔ شام کو رابطہ کی عامر ہوٹل میں دوسری نشست ہوئی۔ مہمان خصوصی مولانا محمد رابع ندوی صاحب تھے۔ پھر رات کو پی سی ہوٹل میں تیسری نشست ہوئی؛ جسمیں حضرت نے خطاب فرمایا اور اہم شرکاء اور خطمیں کو شیلڈز پیش کیں۔ حضرت مولانا فضل رحیم صاحب نائب صدر رابطہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ دوسرے دن بھی عامر ہوٹل میں سیمینار کی اہم نشستیں ہوئیں۔ حضرت نے لاہور میں اپنے قیام کے تیسرے روز شیرانوالہ میں بھی تقریر فرمائی۔ جسکے لفظ لفظ سے عقیدت و محبت ٹپک رہی تھی۔ حضرت علی میاں مدظلہ مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے شاگرد بھی رہے ہیں۔ آخر میں مولانا میاں اجمل قادری صاحب نے پر تکلف عثمانیہ کا اہتمام فرمایا۔ مولانا اجمل قادری صاحب نے حضرت کا مختلف لوگوں سے تعارف کرایا۔ مجھے بھی بلایا میرا تعارف کرایا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا راشد عین چار روز سے ہمارے ساتھ ہی ہے۔

(جاری ہے)